خون، جس نے کئی دھبے دھو دیے

مولانا محمد ازہر

وقت جوں جوں گزر رہا ہے، لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے معصوم طلبہ اور طالبات کا خون احساسات و جذبات کے سمندر میں تلاطم خیز بنتا جا رہا ہے۔ میں نے اس سانحہ پر ان لوگوں کو بھی بچوں کی طرح روتے دیکھا ہے، جو صرف دو ہفتے قبل غازی برادران کے شدید ناقد اور مخالف تھے، لیکن جرم بے گناہی میں جان سے گزر جانے والوں کے خون میں یہ کشش ہوتی ہے کہ وہ دشمن کے دل میں بھی گداز پیدا کر دیتا ہے، یہ اسی خون کا کرشمہ ہے کہ اس نے کمانڈو صدر کو شکست خوردہ لہجے میں یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ ''لال مسجد آپریشن صرف دکھ دے کر گیا، یہ فتح اور شکست کی جنگ نہیں تھی'' اور ''ہم نے دشمن کو نہیں اپنے ہی آدمیوں کو مارا ہے۔'' کاش اپنے آدمیوں کو مارنے سے پہلے تدبر، تحمل، تامل، مفاہمت اور وسعت ظرفی سے کام لیا جاتا، جہاں چھ ماہ تک اس مسئلے کو معلق رکھا گیا، وہاں ایک دو ہفتے مذاکرات کے لیے مخصوص کر دیے جاتے تو یقیناً یہ سانحہ اس قدر دردناک صورت اختیار نہ کرتا۔ اخبارات میں چودھری شجاعت حسین اور بعض وزرا کی بھی اس سانحہ پر رونے کی خبریں چھپی ہیں، کہا گیا ہے کہ وزیر مذہبی امور اعجاز الحق نے ایک ٹی وی پروگرام میں جامعہ حفصہ میں مارے جانے والوں کو شہید قرار دیا اور اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے، دوسری جانب چودھری شجاعت حسین اس سانحہ پر گھر جا کر تنہائی میں روئے۔

یہ بے بسی کے آنسو تھے، یا شریک جرم ہونے کی وجہ سے ضمیر کی ملامت تھی، دونوں صورتوں میں ہر دو حضرات کو اپنے عہدوں سے مستعفی ہو کر اپنے قول و عمل میں صداقت کا ثبوت دینا چاہیے، ورنہ قوم اسے مگرمچھ کے آنسو قرار دینے میں حق بجانب ہوگی۔ دوسری طرف جن لوگوں کے دل نفاق اور کردار دو عملی سے پاک ہوں، ان کے دل اطمینان، صبر، سکینت اور رضا بالقضا کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں،

اخبارات کے مطابق اس سانحہ کے خونی اختتام پر جہاں لاکھوں افراد اپنے آنسوؤں پر قابو پانے میں ناکام رہے، وہاں مولانا عبدالعزیز صبر و استقامت کا کوہ گراں بنے ہوئے تھے۔ اپنی فرشتہ خصلت ضعیف العمر والدہ اور اکلوتے جواں سال بیٹے کی اندوہناک شہادت کے غموں سے چور مولانا عبدالعزیز جب اپنے مجاہد و شہید بھائی غازی عبدالرشید کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھے، تو وہ آنسو بہاتے نہیں دیکھے گئے۔ انہوں نے مجاہدانہ بانکپن کے ساتھ نماز جنازہ کے لیے آنے والے ہزاروں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے دین کی سربلندی کے لیے ہمارے خاندان کو منتخب کیا اور جامعہ حفصہ کے طلبہ و طالبات نے اسلامی نظام کے قیام کے لیے اپنی جانوں کی قربانی دی۔ مولانا کے چہرے پر دکھ، افسوس، صدمے اور پچھتاوے کی بجائے حوصلہ، عزم اور یقین کے آثار نمایاں تھے۔

غازی خاندان کی خواتین نے کہا کہ ہم نے اپنا مقدمہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کر دیا ہے، ان شاء اللہ شہدا کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ بعض لوگ علما اور عوام میں تلخیاں اور فاصلے پیدا کرنے کے لیے کہا کرتے تھے کہ مولوی حضرات دوسروں کے بچوں کو مروا دیتے ہیں، اپنے بچوں کو خطرات سے دوچار نہیں ہونے دیتے، غازی خاندان نے اس الزام کو دھو دیا ہے، اس لیے کہ جامعہ حفصہ میں محصور معصوم بچوں اور طالبات کے ''قتلِ عام'' کی نوبت بعد میں آئی ہے، پہلے مولانا عبدالعزیز کے بیس سالہ جوان بیٹے کے خون سے جامعہ حفصہ کی زمین سیراب ہوئی، پھر ہزاروں بچیوں اور مولانا عبدالعزیز کی مادرِ مشفق گولیوں کا نشانہ بنیں، آخر میں مولانا کے دست و بازو، برادرِ عزیز غازی عبدالرشید شہادت سے ہمکنار ہوئے، پھر آخر میں قوم کے بچوں اور بچیوں کی باری آئی۔ غازی خاندان نے ثابت کر دیا کہ تمام مولوی یکساں نہیں ہوتے، ان صف نشینوں میں کئی مجاہد بھی جنم لیتے ہیں، جو اقبال کے اس شکوے کو بھی دھو دیتے ہیں کہ

ملا کی اذاں اور ہے مجاہد کی اذاں اور

حکومت نے اس سانحہ سے کیا سبق حاصل کیا اور اخبارات کے مطابق ہزاروں بچیوں اور بچوں کے قتلِ ناحق کے بعد اس کے رویے میں کیا لچک اور مفاہمت پیدا ہوئی اس کا اندازہ اس خبر سے ہو سکتا ہے کہ اب حکومتی اہلکار اور سرکاری ایجنسیوں نے ان لوگوں کے کوائف بھی جمع کرنے شروع کر دیے ہیں، جو فرطِ محبت و عقیدت سے غازی عبدالرشید شہید کی قبر پر ایصالِ ثواب اور فاتحہ خوانی کے لیے دور دراز سے بستی عبداللہ (روجھان مزاری) پہنچ گئے تھے۔

اخبارات کے مطابق آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے، جن کی آنکھوں میں آنسو، لبوں پر دعا اور چہروں پر عزم و استقامت کا نور ہے۔ ان میں سے بیشتر وہ ہیں جنہوں نے کبھی غازی عبدالرشید کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی، مگر اس کی استقامت اور دردناک شہادت نے انہیں اس کا نادیدہ عاشق بنا دیا ہے۔

خدشہ ہے کہ ان زائرین کے ساتھ وہ پڑھے لکھے لوگ بھی ''دائرۂ تفتیش'' میں لائے جانے والے ہیں، جو اخبارات میں مراسلات، مضامین، خبروں، تجزیوں اور تبصروں کے ذریعے غازی خاندان سے ہمدردی کے مرتکب پائے گئے ہیں۔

ائمہ مساجد پر بھی کڑی نظر رکھی جا رہی ہے کہ وہ اس ''حساس موضوع'' پر اظہارِ خیال سے باز رہیں، لیکن کیا یہ تمام پابندیاں اور خوف زدہ کرنے والی کارروائیاں غازی شہید اور اس کے خاندان کو عزت و توقیر اور محبت و عقیدت کی نظر سے دیکھنے والوں کی تعداد کو کم کر سکیں گی؟ کم از کم اہلِ جنوں کا فیصلہ تو یہی ہے کہ

نہ رہیں رند، یہ زاہد کے بس کے بات نہیں
تمام شہر ہے، دو چار دس کی بات نہیں

ایک انگریزی اخبار کی سینئر صحافی نے لکھا ہے کہ راہداریوں میں خواتین اور بچوں کی درجنوں چپلیں دیکھی جا سکتی تھیں، جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ جب کمانڈو آپریشن شروع ہوا تو وہ جانیں بچانے کے لیے بھاگیں تھیں۔ حکام نے جو اسلحہ برآمد کرنے کا دعویٰ کیا اور جو دکھایا، ذرائع نے بتایا کہ جس سپاہی سے اس کی بات چیت ہوئی اس نے بتایا کہ اس نے جامعہ میں کوئی راکٹ لانچر نہیں دیکھا، لیکن فوجی ترجمان نے اپنی حالیہ بریفنگ میں بتایا کہ وہ میڈیا کو لال مسجد کے عسکریت پسندوں کی جانب سے ایسے ہتھیاروں کے استعمال کے بارے میں بتاتے رہے ہیں۔
(رپورٹ)